U1
Ann 13

پرواز

از

جناب آمر امرتسری

ناشران

کنول بک ڈپو بازار مائی سیواں امرتسر

پرنٹرز اسٹائلش
راما آرٹ پریس
امرتسر

پبلشرز
کنول بک ڈپو
امرتسر

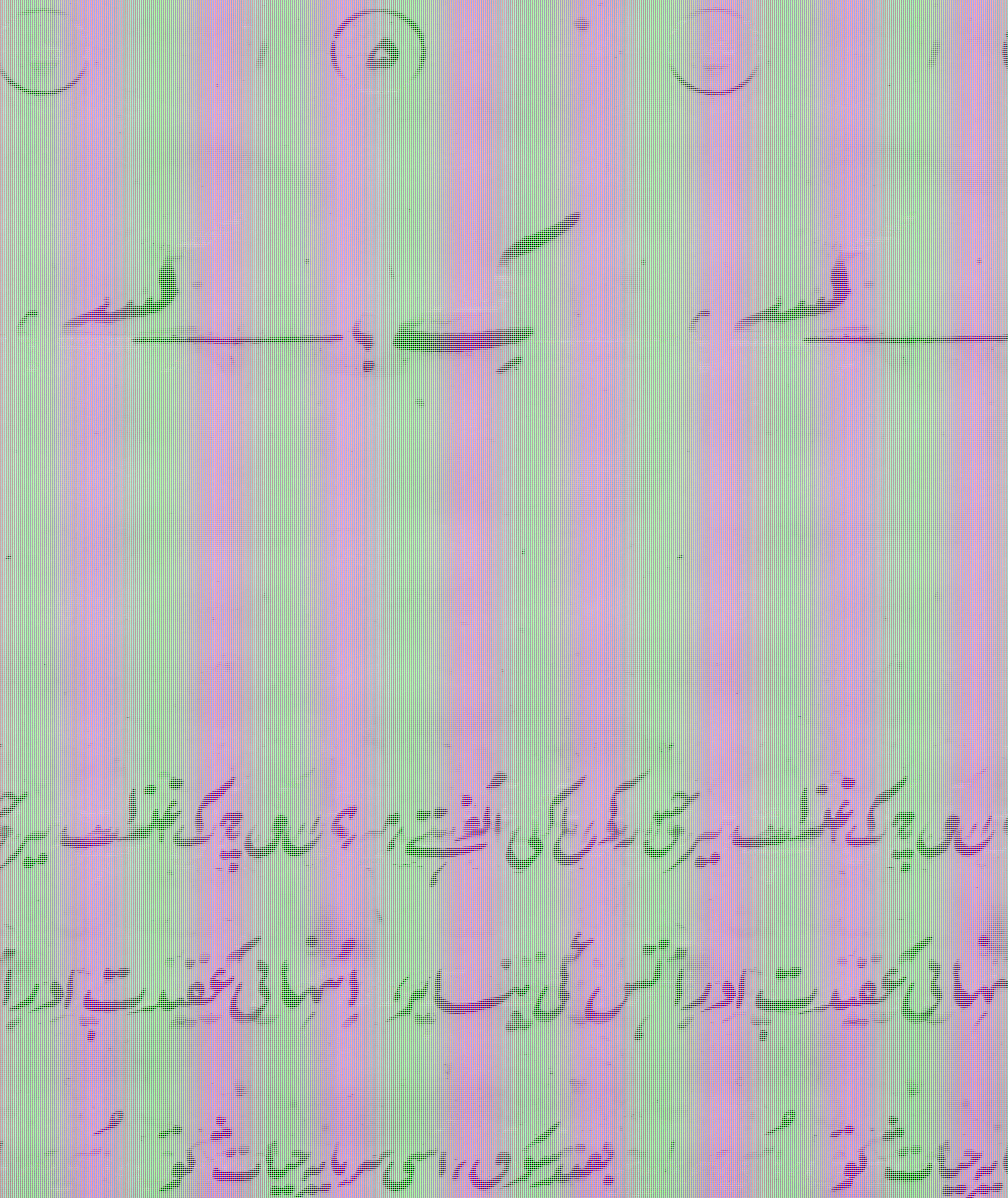
رقمہ
شیخ محمد صدیق کٹرہ مہان سنگھ
امرتسر

قیمت
ایک روپیہ

بار اول
مارچ سنہ ۱۹۴۳ء

حسرتِ پرواز

مجھے اپنے چمن میں مائلِ پرواز رہنے دے،
قفس میں قید کیوں آزاد کو صیّاد کرتا ہے؟



تعارف

باغِ عالم میں، جہاں پھول ہیں ہم اک خار ہوں میں

باعثِ لطف ہیں گُل، موجبِ آزار ہوں میں

کیا ہوں؟ پامالِ ستم

چرخِ ستم گار ہوں میں

آمر

اُن کے نام ــــــــ

یہ خواہش ایک عرصہ سے مقیم خانۂ دل تھی۔ کہ
سعئ پرواز کے ذریعہ تم تک پہنچا جائے۔ محبت
بھرے دل کا پیغام تمہارے پیارے دِل تک پہنچایا
جائے۔ لیکن اتنی قوتِ پرواز کہاں؟ میرے محبوب!

اور

اُس دُوری کی بنا پر، جو تمہارے اور میرے درمیاں
حائل تھی، میری یہ آرزو حسرت کے ماسوا اور کچھ نہ
بن سکی۔ اب اِسی دیرینہ تمنا کے زیرِ اثر "پرواز"
کتابی لباس میں تمہاری مخمور نگاہوں اور تمہارے
نرم و نازک ہاتھوں تک پہنچ رہا ہوں!!

تمہارا اپنا ہی تو ــــــ

اثر

اپنی بات

اپنا ابتدائی ادبی کلام پیشِ خدمت کرتے ہوئے، میں ایک خاص قسم کی مسرت محسوس کر رہا ہوں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ آج سے دس بارہ سال قبل کا لکھا ہوا ہے جبکہ میرا فن شعر و سخن میرے بچپن کی گود میں لوریاں لے رہا تھا۔

آج میرے لئے یہ اپنے بچپن کے زمانہ کی سہانی یاد، باعثِ تسکین قلب ہے، اس میں شبہ نہیں، کہ تنقیدی نقطہ نظر سے میں اس کلام میں کافی تغیر و تبدل اس وقت کر سکتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ میں اپنے اس خیال کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ کہ "ایسا کرنا میرے لئے اپنے آپ اور اپنے نازک ترین جذبات، تصور اور تخیل پر ایک قسم کا ظلم ہی ہو گا۔"

کھنہ ہاؤس۔ سرینگر کشمیر

مصنف

کیسا؟

اُس سے اُمیدِ وفا، اُس پہ بھروسہ کیسا؟
غیر سے جس کو محبت ہو وہ اپنا کیسا؟

چھد گیا دِل، ہُوا زخمی یہ کلیجہ کیسا؟
یار نے تیرِ نگہ تاک کے مارا کیسا؟

میرے نالوں نے یہ اعجاز دکھایا کیسا
کرلیا اُس بُتِ بے مہر کو اپنا کیسا

اُس سے اپنا دلِ گم گشتہ جو مانگا میں نے
ہائے کس ناز سے جھنجھلا کے وہ بولا کیسا؟

دامِ گیسو کی جھلک اُس نے دکھا کر مجھ کو
دِل مرا زُلفِ مُسلسل میں پھنسایا کیسا

کچھ خبر بھی ہے تجھے ظُلم کے کرنے والے
آج ہے بزمِ جہاں میں تیرا چرچا کیسا؟

گرم آہوں سے بھی جو ہوتا نہیں موم کبھی
دِل حسینوں کو دیا ہے یہ خدایا! کیسا

اُن کا عاشق ہوں سر بزم تو کہتا ہے امرؔ
سر میں تیرے ہے سمایا ہوا سودا کیسا؟

اِک اعجازہ

غمزہ و عشوہ ہے، شوخی ہے، حیا ہے، ناز ہے

دِل میں رکھ لینے کے قابل اُن کا ہر انداز ہے

در پہ ظُلم و ستم، اب چرخ کینہ ساز ہے

سخت مُشکل ہیں کسی کا عاشِق جانباز ہے

بے خُودی کا ہے یہ عالم، کہ نہیں معلوم کچھ

کیا کہوں ہمدم! طبیعت کس لئے ناساز ہے

عاشِقِ صادق کو ہو کیوں کر بھلا خوفِ اجل

جانتا ہے اس میں پنہاں زندگی کا راز ہے

میرے نالوں کی صدا سُن کر شبِ فرقت کہا

"یہ قیامت خیز کس کم بخت کی آواز ہے"

پوچھتے کیا ہو شبِ ہجراں کی تنہائی کا حال

رنج و غم ہمدم ہیں میرے بیکسی دمساز ہے

مارا ابرو سے، جلایا اُس نے باتوں سے مجھے

آنکھ میں جادو ہے اُس کے لب میں اک اعجاز ہے

دردِ دل کو اے طبیبو! کیوں کروں دل سے جُدا

ہجرِ جاناں میں یہی اک مونس و ہمراز ہے

دل دیا ہے اُس پری پیکر کو اپنا اے آمر

جو زمانے کے حسینوں میں حسیں ممتاز ہے

رہنے دیجئے

روز کی یہ رنجش و تکرار رہنے دیجئے

ہو چکا اقرار بس، انکار رہنے دیجئے

قتل پر عاشق کے کہتی ہے یہ اُن سے نازکی

بل نہ کھا جائے کمر، تلوار رہنے دیجئے

ناصحِ مُشفق! نصیحت آپ کی بے سُود ہے

ذکرِ جاناں کیجئے، پندار رہنے دیجئے

اے طبیبو! میری تدبیرِ مداوا ہیچ ہے

ہجرِ دلبر میں مجھے بیمار رہنے دیجئے

اِس طرح خلوت میں ہونا، بے حجاب اچھا نہیں

دل میں میرے حسرتِ دیدار رہنے دیجئے

ڈالئے نہ آپ پیشانی پہ بل، اے جانِ من!

لو چلے ہم، بزم میں اغیار رہنے دیجئے

سُن کے مجھ سے ماجرائے دردِ دل کہنے لگے

ذکرِ فرقت چھوڑیئے، اظہار رہنے دیجئے

دِل جگر آرام و راحت لے لئے ہیں آپ نے

کچھ تو نذرِ عاشقِ نادار رہنے دیجئے

ہیں اثر لینے جو زندانِ محبت کے مزے

دِل اسیرِ دامِ زُلفِ یار رہنے دیجئے

ہے منع ــــــــ

آہ کرنا، غم میں رونا، غُل مچانا ہے منع

ظُلم تو سہنا روا ہے، لب ہلانا ہے منع

ماجرائے دردِ فرقت بھی سنانا ہے منع

شدّتِ دردِ جگر سے تلملانا ہے

گریہ و فریاد بھی اُن کی نگہ میں ہے گناہ

اپنی بد حالی پہ دو آنسو بہانا ہے

کہہ رہا ہے بال و پر، صیّادِ ظالم نوچ کر

دیکھ! اب قیدِ قفس میں، پھڑپھڑانا ہے

غم نہیں ہے، یہ اگر ناسُور بنتا ہے بنے

زخمِ دِل اے چارہ گر! تجھ کو دکھانا ہے

ذکرِ بیدادِ ستمگر، تُو نہ کر ہرگز امیر

تجھ کو تو لفظِ شکایت لب پہ لانا ہے

تمام شب ـــــــ

کچھ دردِ دل نے ایسا ستایا تمام شب

پل بھر بھی میں نے چین نہ پایا تمام شب

آنکھوں کو فرشِ راہ بنایا تمام شب

آنا تھا سنگ دل نے نہ آیا تمام شب

پھیلے ہیں ماہ وش کو لٹایا تمام شب

لیکن نہ جانے کیوں وہ جگایا تمام شب

پگھلا ذرا بھی سُن کے نہ اُس بے وفا کا دِل
قصۂ غم اگرچہ میں نے سنایا تمام شب

ہرگز نہ بجھ سکی مرے قلب و جگر کی آگ
دریائے اشک میں نے بہایا تمام شب

دم بھر جسے اُٹھا نہ سکا کوئی ہم نشیں!
بارِ الم وہ ہم نے اُٹھایا تمام شب

احوال شبِ غم کہوں کیا تم سے دوستو!
فرقت نے تن بدن ہے جلایا تمام شب

دل تھامے رہ گیا میں، یہ جس دم سُنا امر
اُنہیں غیر نے گلے سے لگایا تمام شب

اِنتہائے ضبط

ہو چکی بس، اِنتہائے انتظاری ہو چکی
کر چکے نالہ و شیون، آہ و زاری ہو چکی

جستجو میں آپ کی ہم، روز و شب کھوئے رہے
کوچہ گردی کر لئے، اختر شماری ہو چکی

بالیقیں بہ جائیں گے خوں ہو کے اس میں دل جگر
دیدۂ تر سے ہے جوئے اشک جاری ہو چکی

دلِ ناشاد

زینتِ عالم تھا اکِ دن جو کبھی اپنا چمن،
کر دیا ظالم خزاں نے ہے اُسے برباد دیکھ!
سنگ دل نے کر دیا ہے نذرِ آتش آشیاں
دَر پئے ظُلم و ستم ہے ہو رہا صیاد دیکھ!
کر ہی ڈالا ہے تباہ اُف خرمنِ اُمید کو
چرخِ ناہنجار کی جور و جفا بیداد دیکھ!
ہم نشیں! پوچھے ہے کیا کیفیت دردِ جگر
سوزِ غم سے جل رہا ہے یہ دلِ ناشاد دیکھ!

مجھے

کر دیا تیغِ ستم گر نے سُبک سار مجھے
شاخِ گلشن میں یہ سر دوشِ تن تھا بار مجھے

دیکھ یوں چشمِ غضب سے نہ ستم گار مجھے
اس میں آتے ہیں نظر موت کے آثار مجھے

دیکھنی ہے روشِ ابروئے خمدار مجھے
قتل کرتی ہے کیوں نہ کر تیری تلوار مجھے

لطف دیتا ہے، اسیری میں بلاؤں کا نزول
دامِ گیسو ہی میں رہنے دے گرفتار مجھے

جب دیا دل تو زمیں پر یوں پٹک کر بولا
جاؤ لے جاؤ اسے یہ نہیں درکار مجھے

ہاتھ دھو بیٹھے مسیحا بھی شفا سے میری
چارہ گر! جب سے ہوا عشق کا آزار مجھے

دل سے جاتی ہے کہیں مستیٔ الفت زاہد!
بادۂ عشق سے رہنے دے تو سرشار مجھے

یاد نے تیری دمِ نزع بھی جلنے نہ دیا
رات لینے کو اجل آئی کئی بار مجھے

نہ سہی گر نہیں تقدیر میں جیتے جی آمر
بعدِ مردن تو ملے کوچۂ دلدار مجھے

عاشقِ دلگیر

لڑ گئی تھی، آنکھ یا رب! کس بُتِ بے پیر سے
دل جگر زخمی ہوئے ہیں، اِک نگہ کے تیر سے

یہ اسیرِ دامِ گیسو، جا نہیں سکتا کہیں
باندھ رکھا ہے دلِ دیوانہ کو زنجیر سے

گیا ہے، دردِ فُرقت سے جو دیکھا نیم جاں

"کیا ہوا؟" کہنے لگے یوں عاشقِ دِل گیر سے

کِس لئے رکھا ہے مجھ کو، عمر بھر محرومِ وصل

ہمنشیں! ہے یہ شکایت کاتبِ تقدیر سے

کیا تصوّر ہے، کھینچا رہتا ہے نقشہ حُسن کا

دِل بہل جاتا ہے فُرقت میں تیری تصویر سے

دیکھنی ہے آج قاتل! موجۂ خُوں کی بہار

غُسل کرنا ہے مجھے آبِ دمِ شمشیر سے

اک اِشارہ چشمِ خُوباں کا ہے کافی قتل کو

ذبح کرتے ہیں عبث وہ اے آمر شمشیر سے

رُوئے جاناں ـــــ

دیکھ کر اس شوخ کو، رنگِ قمر کافور ہے

اللہ! اللہ! کس قدر شانِ رُخِ پُر نور ہے

ناز سے، غمزہ سے شوخی سے وہ بُت معمور ہے

حُسن پر اپنے وہ نازاں ہے، بہت مغرور ہے

چارہ گر! اچھا یہی ہے آج مجھ سے کچھ نہ پوچھ

کیا بتاؤں تجھ سے، کیا حالِ دلِ رنجور ہے

جب کہا کس واسطے برباد کرتے ہو مجھے

ہنس کے فرمانے لگے، اپنا یہی دستور ہے

اب مقیمِ خانۂ دل ہے تصور بھی ترا

دل میں تو موجود ہے گر آنکھ سے تو دور ہے

کیا تیری باتوں کا واعظ! ہو اثر اُس پر بھلا

جو شرابِ حسنِ جاناں کے نشہ میں چور ہے

کر چکا ہے جو زمانہ میں ہمیں رسوا امر

دیکھئے کرتا ہے کیا؟ اب کیا اُسے منظور ہے

ہاتھ

دِل اپنا دے دیا ہے اب اُس بے وفا کے ہاتھ

سو بار میں نے دیکھے ہیں جس کی جفا کے ہاتھ

پکڑا جو اُس کو ہاتھ سے، میں نے بڑھا کے ہاتھ

چھوڑو بھی کہہ کے چل دیا مجھ سے چھڑا کے ہاتھ

جائے وہ پاس یار کے، کب نامہ بر میں تاب

پیغام اُن کو بھیجا ہے، بادِ صبا کے ہاتھ

رنگِ حنا ہے یہ، جسے سمجھا ہے تُو نے خُوں

قاتل نے یوں کہا مجھے اپنے دکھا کے ہاتھ

خط کا جواب اُس نے لکھا ہے رقیب کو

قاصد مرا پھرا ہے وہاں سے کٹا کے ہاتھ

مقتل میں جانے سے نہ مجھے روک ناصحا!

ہونے دے آج قتل مجھے دلربا کے ہاتھ

اُن کے بگڑتے ہی بیرا بگڑا ہے مجھ سے دل

تونے کیا کیا زلف کو اُن کی لگا کے ہاتھ؟

قاتل نشانِ خون سے کوئی نہ جان لے

پہ چلتے ہیں وہ اِسی لئے اپنے چھپا کے ہاتھ

ڈر تھا یہ کہیں خواب میں ہی چوم لوں نہ میں

سوئے وہ شب کو زیرِ بغل تھے دبا کے ہاتھ

ہو کس لئے آمر نہ بھلا طالبِ قضا

تنگ آگیا ہو جب کہ طبیب و دوا کے ہاتھ

آنکھیں

مل گئیں اُس شوخ سے، اب چار آنکھیں ہو گئیں
جو کبھی عیار تھیں، وہ یار آنکھیں ہو گئیں

اُس نے دیکھا، جب غلط انداز نظروں سے مجھے
تیر کی مانند دل کے پار آنکھیں ہو گئیں

ے گئی ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے دِل چھین کر
کِس قدر اُس شوخ کی عیّار آنکھیں ہوگئیں

حُسن میں آیا نظر اِک منظرِ شانِ خُدا
جب میری محوِ جمالِ یار آنکھیں ہوگئیں

یادِ مژگاں نے رُلایا، وہ لگا کر نیشتر
ہوگیا زخمی جگر، بیمار آنکھیں ہوگئیں

اب نہیں کس واسطے مجھ پر عنایت کی نظر
مجھ سے کیوں برگُشتہ اے سرکار آنکھیں ہوگئیں

کِس بُتِ بدخو سے اے آمر لڑائی تھی نظر
ایک عالم میں ذلیل و خوار آنکھیں ہوگئیں

بادۂ حق

بہبودیِ خلقِ خدا میں زندگی کو وقف کر،
مٹ جا اوروں کیلئے اٹھ پیکرِ ایثار بن
نگہِ عقیدت سے دیکھیں سب تجھے اہلِ جہاں
ہوشیدائے راستی یکتۂ روزگار بن
جام بادۂ حق پرستی نوش کر تارہ امر
مخمور و مسرور رہ مست ہو سرشار بن

فنا و بقا

کیا رموزِ زندگی سمجھیں گرفتارِ حیات؟
مرنے والوں پر، کُھلا کرتے ہیں اسرارِ حیات

کہہ رہا تھا یوں بوقتِ مرگ بیمارِ حیات
”اجل ہی تو ہے، علاجِ درد و آزارِ حیات“

اے امرؔ رازِ بقا مضمر فنا ہونے میں ہے
فوت ہونا، مٹنا، مرنا ہیں یہ آثارِ حیات

کیا کرے؟

وفا جب ہم سے کبھی بھی وہ بیوفا نہ کرے

کیوں پھر آتشِ غم میں یہ دِل جلا نہ کرے

مجھ سے دردِ جگر کو کوئی جُدا نہ کرے

مریضِ عشق کی کوئی بھی اب دُوا نہ کرے

ہو دامِ زُلف بچھا جب کسی کے چہرہ پر

ہمارا طائرِ دل کس طرح پھنسا نہ کرے

جس سے یار خفا ہو نہ دل ہو پہلو میں

نہیں کہو کہ وہ پھر کیا کرے کیا نہ کرے!

ستا دے جتنا بھی چاہو اے جانِ من! لیکن
بشر کو چاہئے بھلا ہی کرے برا نہ کرے

کسی کے دل کو چرا کر او بھولنے والے!
چین پائے گھڑی بھر بھی تُو، خُدا نہ کرے

نصیبِ فراق اگر ہو وہ میرے پہلو میں
تو میرے دل میں جگر میں درد اُٹھا نہ کرے

خُدایا! اُس کو بھی ہو عشق کا آزار ضرور
کسی غریب کا جو حالِ دل سنا نہ کرے

وہ حسین ہی نہیں ہے میری نگاہ میں امر
کبھی جو ناز کرے جو کبھی ادا نہ کرے

آیا نہیں جاتا

خود آتے نہیں، مجھ کو بُلایا نہیں جاتا
کچھ ہیں وہ جتانے کو جتایا نہیں جاتا

وہ زخمِ جگر ہے، جو دکھایا نہیں جاتا
احوالِ دلِ زار سُنایا نہیں جاتا

کچھ ایسا گرایا ہے مجھے اُن نے چشم سے
جوں ٹپکا ہوا اشک اٹھایا نہیں جاتا

کیوں یاد تم آئے ہو مجھے بھولنے والے!
میں لاکھ بھلاتا ہوں بُھلایا نہیں جاتا

وہ آتشِ فرقت ہے لگی قلب و جگر میں
جیسے دیدۂ پُرنم سے بجھایا نہیں جاتا

اغیار کی محفل میں تو جاتے ہیں بصد شوق

اک میں ہوں کبھی جس کے ہاں آیا نہیں جاتا

دیکھو تو ادھر مرتا ہے بیمار محبت

اچھے ہو مسیحا کہ بچایا نہیں جاتا

ہیں وہ وہ ہوں جو بگڑی ہوئی اوروں کی بنادو

بگڑی کو مگر اپنی بنایا نہیں جاتا

ساغر پہ دیئے جاتے ہیں ساغر وہ عدو کو

اک قطرۂ مے مجھ کو پلایا نہیں جاتا

کرتے ہیں مجھے امر یہ بدنام ہر اک جا

اشکوں سے کوئی راز چھپایا نہیں جاتا

جامِ ارغوانی ——

سرور و کیف ، ہیں پنہاں شرابِ ارغوانی میں
ہوئے ہیں بند دُنیا کے مزے سب لال پانی میں

لبوں سے جب لگاتا ہے بشر اس دخترِ رز کو
زُ فورِ طرب سے رہتا نہیں پل بھی پشیمانی میں

ذرا سی شیخ نے پیری میں پی لی مے تو یوں بولا
بڑھاپے میں ملا وہ لطف جو نہ تھا جوانی میں

جسے تو باعثِ رنج و محن سمجھے ہے اے زاہد!
حقیقت میں وہی قاطعِ غم ہے زندگانی میں

تو کیا پوچھے ہے ساقی! داستاں مستی کی میکش سے
وہ ہیں پیشِ نظر منظر، جو سنتے تھے کہانی میں

نشانِ لاغری و ضعف نہ آئے نظر اس دم
مریضِ غم اگر قطرہ بھی پی لے ناتوانی میں

حلق سے کیا ہوئی نیچے ہوئے کافور یاس و بیم
اثر دی پھونک یکدم روحِ نو اس جسمِ فانی میں

نیم بسمل

عجب حالت میں اے قاتل! یہ تیرا نیم بسمل ہے
نہ جی سکنے کے ہے لایق نہ مر جانے کے قابل ہے

وہ جب سے لے گیا دل چھین اپنا ماہِ کامل ہے
نئی ہر روز اک آفت ہے، کھٹنائی ہر مشکل ہے

دمِ کُشتن الٰہی! آبرو مقتل میں رہ جائے
کہ میں ہوں سخت جاں عاشق وہ نازک دستِ قاتل ہے

ہزاروں ٹھوکروں کا سامنا ہے ہر قدم اس میں
خدایا! منزلِ اُلفت بھی کیسی سخت منزل ہے

وفا کرنا میرا شیوہ، جفا کرنا شعار اُن کا

میری فطرت ہیں یہ شامل، وہ انکی خو میں داخل ہے

رہیں ہم تشنہ لب اور غیر کر دیں خم کے خم خالی

یہ کیا انصاف ہے ساقی! یہ کیا دستورِ محفل ہے؟

نکلنا بحرِ اُلفت سے بہت دُشوار ہے اپنا

کہ کشتی ہے بھنور میں دُور کوسوں ہم سے ساحل ہے

سوالِ وصل پر وہ بھولے پن سے یوں لگے کہنے

"امر کیا تو بھی میرے چاہنے والوں میں شامل ہے"

سمائی رہتی ہے اس میں امرؔ کونین کی وسعت

جہاں کے جس میں جلوے ہیں، وہ میری آنکھ کا تل ہے

۶ —————

باغِ عالم میں، جہاں پھول ہیں، اِک خار ہوں میں
باعثِ لُطف ہیں گُل، مُوجبِ آزار ہوں میں

کیا ہوں؟ پامالِ ستم چرخِ ستم گار ہوں میں
بے بس و بیکس و مجبُور ہوں، لاچار ہوں میں

وعدۂ وصل تو وعدہ ہی رہا وعدہ وفا!
جلوۂ رُخ تو دِکھا، طالبِ دیدار ہوں میں

میرے درماں سے پریشاں اے طبیبو! ہو گے
لا دوا جس کا مرض ہے وہی لاچار ہوں میں

طالبِ ساغرِ مے ساقیِ محفل میں نہیں
بادۂ عشق سے مخمور ہوں سرشار ہوں میں

دل میں حسرت ہے میرے جاں سے گذر جانے کی
جس کو مطلوب قضا ہے وہ طلب گار ہوں میں

زندگی میری ہے بے کیف بنا دی اِس نے
دل کے ہاتھوں سے پریشان ہوں بیزار ہوں میں

غیر ممکن ہے کبھی جس کا رہائی پانا
دوستو! قیدِ الم میں وہ گرفتار ہوں میں

شوقِ کُشتن میں چلا جاتا ہوں سوئے مقتل
سر کٹے کیوں کہ گراں بار ہوں میں

اہلِ عالم کو مری زیست سے حاصل کیا ہے؟
حیف ہے پُشتِ زمیں پہ اے امر بار ہوں میں

خواہش ـــــ

ہیں دردِ دِل کی دوا چاہتا ہوں
ہوں بیمارِ اُلفت شفا چاہتا ہوں
تیرا دیدا اے دلربا چاہتا ہوں
ہیں اِس کے سوا اور کیا چاہتا ہوں
وہ بالئیں پے زُلفیں پریشاں کئے ہیں
سنبھلنا مجھے، ہیں گِرا چاہتا ہوں

حُسنِ خوباں

محوِ حیرت ہو گیا میں روئے جاناں دیکھ کر
نہ رہا قابو میں دِل زلفِ پریشاں دیکھ کر
ہے عبث تجھ سے تری پند و نصیحت ناصحا!
آ ہی جاتی ہے طبیعت حُسنِ خُوباں دیکھ کر
دیکھئے اس سنگدِل کی سرد مہری دیکھئے
ہنس رہا ہے میری بربادی کے ساماں دیکھ کر
ہو رہا ہے اپنی صورت پہ وہ شیدا آمر
زُلفِ پیچاں دیکھ کر اور روئے تاباں دیکھ کر

آرزوئے آمر

یہ آرزو ہے اس کے سوا آرزو نہ ہو

مجھ سے خفا کبھی وہ میرا ماہرو نہ ہو

دل ہی بھلا وہ کیا ہے کہ جس دل میں تُو نہ ہو

کیسی وہ آنکھ جس کو تری جستجو نہ ہو

جانِ جہاں! ہوں آپ ہی جس پہ نامہرباں
پھر اُس کا کس لئے یہ جہاں بھر عدو نہ ہو

رُک رُک کے پھیرتے ہیں وہ گردن پہ میری تیغ
منشائے دِل ہے اُن کا یہ جھٹ سُرخرو نہ ہو

مِلتے اُنہیں رقیبوں سے جب دیکھتا ہوں میں
آنکھوں سے جائے اشک رواں کیوں لہو نہ ہو؟

طلبِ جوابِ خط پہ یوں قاصد سے بولے وہ
"کہنا اُسے وہ میرے کبھی روبرو نہ ہو"

اُس بُت نے جس طرح ہے کیا مجھ کو بے اثر
یارب! جہاں میں یوں کوئی بے آبرو نہ ہو

کون ـــــــ

اِن بے وفا حسینوں سے، اب دِل لگائے کون

دن رات کی جدائی کے صدمے اُٹھائے کون

رُسوا سرِ بازار ہو، وحشی کہلائے کون

اپنی عزیز جاں کو مفت میں گنوائے کون

ہمدم! وہ دِل نہ جوش نہ وہ ولولے ہیں اب

تجھے داستانِ عشقِ بتاں پھر سنائے کون

عاشق کے مرنے کی جو ملی خبر تو کہا

آرام کا ہے وقت اب میت پہ جائے کون

یونہی سہی رقیب کو الفت ہے آپ سے

روٹھے ہوئے ہوں آپ تو دیکھیں منائے کون

لی ہاتھ میں شمشیر، تو فرمایا ناز سے

"دیکھیں گے آج ہم، یہاں مر کر دکھائے کون"

باز آئے ہم اس عشق سے، جائے خیال یار

دل اور جگر کو آتش غم سے جلائے کون

پایا ہے ہم نے نازک و ننھا سا دل آمر

دام فریب یار میں اس کو پھنسائے کون

میں

قتیلِ تیغِ جفا اور کون ہے، میں ہوں

شہیدِ ناز و ادا اور کون ہے، میں ہوں

اسیرِ زلفِ دوتا اور کون ہے، میں ہوں

مریضِ عشق بھلا اور کون ہے، میں ہوں

رہینِ رنج و بلا اور کون ہے، میں ہوں

شکارِ مکر و دغا اور کون ہے، میں ہوں

میرا ہی نام ہے، بدبخت اس زمانہ میں

ہے جس سے یار خفا اور کون ہے، میں ہوں

اس درجہ لوگ کیوں حیراں ہیں میری حالت پر

جسے ہے ڈھونڈے قضا اور کون ہے ہیں ہوں

وہ بولا کون ہے گھائل میری اداؤں کا؟

تو ہنس کے میں نے کہا اور کون ہے ہیں ہی

طبیب دیکھ کے مجھ کو کیا غور کرتے ہیں

ہو گی جس کو شفا اور کون ہے ہیں ہی

ہوں لاکھ ظلم و ستم پر نہ آ ذنگ کرنا!

ہے جس کا شیوہ وفا اور کون ہے ہیں ہی

کہا جو دل کا میرے چور کون ہے اے امر!

وہ شوخ کہنے لگا اور کون ہے ہیں ہی

قاتل کی ـــــ

بلائیں لوں نہ کیوں جھک جھک کے سو سو بار قاتل کی
سہے قسمت مری گردن پہ ہے تلوار قاتل کی

زمانہ قتل ہو جائے گا دم بھر میں یہ امکاں ہے
کہ پھر جنبش میں ہے اُف ابروئے خمدار قاتل کی

قیامت خیز فتنے اُٹھ رہے ہیں اس کے قدموں سے
حشر سا اک بپا کرتی ہے اب رفتار قاتل کی

مجھے تو ناز ہے، اس پر کہ قاتل میرا قاتل ہے
پرستش اس لیے کرتے ہیں پھر اغیار قاتل کی

ہوئے زخمی جگر بھی، دِل بھی، آنکھیں بھی، کلیجہ بھی
بنحت سے ہوگئیں مجھ سے جو آنکھیں چار قاتل کی

لبِ نازک کے ہلتے ہی ہزاروں سر ہوئے حاضر
الٰہی! کس قدر پُر اثر ہے گفتار قاتل کی

کسی کے خونِ ناحق سے ہوئی ہے اُس کے گھر ہولی
یہ بتلاتی ہے ہر رنگینیٔ دیوار قاتل کی

بڑھے جاتے ہیں جذبۂ شوق سے سب جانبِ مقتل
نذر کرنے کو یہ عُشاق جانِ زار قاتل کی

اُمرا سب دیکھ کر شمشیر کو حیران و ششدر ہیں
اُٹھائے گی بھلا کیوں کر کلائی یار قاتل کی

رہتا ہے

اُسی کی یاد میں غمگیں، دلِ دیوانہ رہتا ہے
اُسی کا ہر گھڑی، وردِ زباں، فسانہ رہتا ہے

کبھی پیار رہتا ہے مجھ سے، بے سبب بیگانہ رہتا ہے
مٹانے کے لئے مجھ کو وہ بے تابانہ رہتا ہے

نہ شوقِ دید اب کچھ کعبہ و بت خانہ رہتا ہے
مقیمِ دل خیالِ جلوئہ جانانہ رہتا ہے

اُسے کیا حاجت جامِ شرابِ ارغوانی ہو
مئے عشقِ صنم سے جو سدا مستانہ رہتا ہے

ادب اے جوشِ وحشت سب یہ تیرا ہی کرشمہ ہے
کہ میرا منتظر ہر دشت اور ویرانہ رہتا ہے

لگا رہتا ہے مجمع میکشوں کا اُن کی محفل میں
کھنچا پیشِ نظر اک منظرِ مےخانہ رہتا ہے

دلِ بلبل میں کس درجہ محبت ہے ملاحظہ ہو
قفس میں بھی خیالِ گلشن و کاشانہ رہتا ہے

میں قربانِ رخِ روشن نہ ہو جاؤں، نہیں ممکن
شمع جلتی ہے جس دم کب بچا پروانہ رہتا ہے

کسی کا بھی نہیں کوئی اگر مطلب نکلنے پر
کہ جب خالی ہوا شیشہ جدا پیمانہ رہتا ہے

قصرِ بیداد

شمار اپنا لگے ہونے جہاں کے خوش نصیبوں میں

مقدر یہ کہاں اپنا، ہے قسمت یہ کہاں اپنی؟

یقیں ہے قصرِ بیدادِ عدو ہم پھونک ڈالیں گے

دکھانے پہ جب آئیں گے شرر انگیزیاں اپنی

اگر ہے ہو چکا صد چاک اپنا دامنِ ہستی

اُڑائے گا بھلا کیا اور کوئی دھجیاں اپنی؟

یادِ ایام

تھا اِنبساط و طرب سے پُر دامن اپنا
جب کہ گُل ہی کے مقابل تھا نشیمن اپنا

آج، صد حیف! کیا اس کو خزاں نے برباد
سبز و شاداب تھا کل، آہ جو گُلشن اپنا

کسے معلوم تھا یہ آمرِ کیسے تھی اُمید
کُنجِ قفس ہی بن جائے گا مسکن اپنا

کریں گے آپ

دل لے کے میرا یوں مجھے رُسوا کریں گے آپ

ایسی نہ تھی امید، کہ ایسا کریں گے آپ

احوالِ زار آپ سے کہنا نہیں مجھے

ڈر ہے یہ اس کا غیر سے چرچا کریں گے آپ

سُنتا ہوں قصدِ قتل کیا ہے جناب نے!

چہ خوب یہ خیال ہے، اچھا کریں گے آپ

مشکل علاجِ دردِ جگر ہے، مجھے اگر

ٹیڑھی نظر سے یونہی جو دیکھا کریں گے آپ

بہتر یہی ہے پُوچھو نہ فرقت کا ماجرا

رہنے بھی دیجیے سُن کے بھلا کیا کریں گے آپ

دِل میں نے دے دیا تھا فقط اِس اُمید پر

دِل سے لگائے اپنے یہ رکھا کریں گے آپ

مرنے کو کہہ رہے ہو مجھے، پر رہے خیال!

آئے گی میری یاد تو تڑپا کریں گے آپ

لکھتے ہو خط رقیب کو، لکھو۔ مگر مجھے

کیا اب جوابِ خط بھی نہ بھیجا کریں گے آپ؟

گھُل کر غمِ فراق میں مر جائے گا امر

اقرارِ وصل پُورا نہ اپنا کریں گے آپ

صُورتِ یار

زمانہ ہوگیا دیکھے ہوئے اُس یار کی صُورت
وہ تسکینِ دلِ خستہ، مرے دلدار کی صُورت

مری آنکھوں میں تب سے کھنچ گئی تلوار کی صُورت
نظر آئی ہے جب سے ابروئے خمدار کی صُورت

مُتعجب ہو گے، اُس کو دیکھتے ہیں، دیکھنے والے
کچھ ایسی ہو گئی ہے اب ترے غم خوار کی صُورت

ترے وعدوں پہ کیسے اعتبار آئے مرے دل کو
دکھائی دے رہی ہے ان میں تو انکار کی صُورت

"شفایاب مریضِ عشق ہو جانا، نہیں ممکن"
طبیبوں نے کہا جھٹ دیکھ کر بیمار کی صُورت

وہ میرے قتل کو مقتل میں آیا کر کے تھا پردہ؟
نہ تھا منظور، دیکھے عاشق نادار کی صُورت

نقابِ رُخ نہ اُلٹو، دید کی حسرت نہیں مجھ کو
مقیمِ خانۂ دِل ہے اثر سرکار کی صُورت

چوٹ ــــــ

ہم نے کسی کے عشق میں، دل پر وہ کھائی چوٹ
ہونے لگی علاج سے، اُلٹا سوائی چوٹ
تیرِ نگاہِ ناز سے گھائل ہیں دل جگر
اس پر لگا رہے ہیں فراق و جدائی چوٹ

مجھ کو فورِ درد سے، نڈھال دیکھ کر
بولے وہ ہنس کے "دیکھیں کہاں پر آئی چوٹ"

لو چل بسا جہاں سے وہ آخر کو نامُراد
جس کے لئے قضا کا تھی پیغام لائی چوٹ

شمشیر اُٹھ رہی ہے تو گھبرا رہا ہے دِل
ڈر ہے لگا نہ لے کہیں نازک کلائی چوٹ

بعدِ فنا بھی بھولیں گے نہ اس کے ہم مزے
ایسی ہے تو نے ابروئے جاناں لگائی چوٹ

سنبھلے بہت وہ رونے لگے آخر ہنس آمر
جس دم جگر کو چیر کے میں نے دکھائی چوٹ

علاجِ درد

جا اے طبیب! ہوش کا اپنی کر علاج
تُو اور کیا کہا، کہ کرے گا میرا علاج؟

جس کا جہاں میں کوئی بھی نہ کر سکا علاج
تجھ سے کیا ہو گا خاک، پھر اس درد کا علاج

ہوں وہ مریضِ عشق، نہ جس کو ہوئی شفا
میرے لئے ہے یکساں، ہوا نہ ہوا علاج

کچھ بھی چلی نہ آہ یاں تدبیرِ چارہ گر
گھٹتا گیا مریض، جو بڑھتا گیا علاج

میرا علاج کوئی جب پوچھے تو میں کہوں
جز دیدِ روئے یار نہیں دوسرا علاج

آخر یہ مٹ سکا نہ میرا دردِ ہم نشیں!
میں تا عمر گو اس کا، کراتا رہا علاج

مجھ کو غرض دوا سے نہیں کچھ بھی اے امر
زخمِ جگر کا میرے کرے گی قضا علاج

نقابِ رُخ

نقابِ رُخ جو اُس بُت نے کہیں اپنا اُٹھا ڈالا
تو سب کو ایک ہی جلوئے سے بسمل سا بنا ڈالا
کسی کی آنکھ سے، کیا آنکھ کو اپنی ملا ڈالا
خود اپنے آپ کو، دامِ محبت میں پھنسا ڈالا
وہ سرتاجِ شہیداں ہے، وہی ہے عاشقِ کامل
کہ راہِ عشق میں سر جس نے بھی اپنا کٹا ڈالا

دعوائے سخن

میرا دِل جب سے چُرایا ہے کسی ظالم نے،
ایک ہلچل سی مچی رہتی ہے ارمانوں میں
جذبۂ شوقِ شہادت اے شمعِ رُو! ہم میں
اس قدر ہے، کہ نہ ہوگا کبھی، پروانوں میں
اے امرؔ کہتا ہوں اشعار میں بے شک لیکن
کب یہ کہتا ہوں کہ میں بھی ہوں سخن دانوں میں

پہاڑ پر

مانا کہ لُطف دیتے ہیں اکثر پہاڑ پر
قدرت کے دل فریب یہ منظر پہاڑ پر

پلئے قرار کیا دِلِ مضطر پہاڑ پر
پہلو میں جب نہیں ہے وہ دلبر پہاڑ پر

شاید ملے کہیں سے مجھے حُسن کی خیرات
کاسۂ دِل لئے پھرا در در پہاڑ پر

اُن کی بلا سے کوئی مَرے نیرنگہ سے
بے پردہ پھرتے ہیں بُتِ خودسر پہاڑ پر

دِن کو تلاشِ یار میں پھرنا ہے میرا کام
اختر شمار کرتا ہوں شب بھر پہاڑ پر

رکھتے ہیں سنگ سینہ میں بہتر بشر سے دل

دیتے ہیں آبِ تشنہ کو پتھر پہاڑ پر

ٹھنڈی ہوا ہے، سبزہ ہے، اودی گھٹائیں ہیں

پھر آئے کوئی یاد نہ کیوں کر پہاڑ پر؟

ہمدم سیلاب اشک رواں ہے چشم سے وہ

اک بن گیا ہے جس سے سمندر پہاڑ پر

وہ مبتلائے درد ہوں کہ دیکھ کر مجھے

روتے ہیں شب و روز سب پتھر پہاڑ پر

گزرے نظر سے سینکڑوں ہی ماہرو مگر

دیکھا نہ کوئی بھی تیرا ہمسر پہاڑ پر

لطفِ ستم یہاں بھی ملے کاش اے امر

آئے خدا کرے وہ ستمگر پہاڑ پر

عبث

دامِ اُلفت میں کسی کے دل پھنسانا ہے عبث
آتشِ فرقت میں اس جی کا جلانا ہے عبث

قصۂ دردِ جگر کیوں کر کہوں کیسے کہوں؟
جانتا ہوں، رازِ دل اُن کو بتانا ہے عبث

یوں کہا کنجِ قفس میں صید سے صیاد نے
"اِس جگہ ناداں! یہ تیرا تلملانا ہے عبث"

دیکھئے جنبش ذرا اِس تیغِ ابرو کو جناب!
قتلِ عاشق کیلئے خنجر اُٹھانا ہے عبث

گوشِ دل میں آرہی ہے یہ مرے پیہم صدا!
یوں کسی کے عشق میں خود کو مٹانا ہے عبث

بسملِ تیرِ نگہ نے یوں دمِ آخر کہا

"چھوڑ چارہ گر! علاجِ دل کرانا ہے عبث"

کون سنتا ہے شبِ غم میں تری آہ و بکا؟

تڑپنا بے سود ہے، آنسو بہانا ہے عبث

تربتِ عاشق سے آتی ہے صدا یہ بار بار

بے وفاؤں سے جہاں میں دل لگانا ہے عبث

کہہ دیا آنکھوں نے سب کچھ آپکی اے جانِ من!

غیر کی اُلفت کو پھر مجھ سے چھُپانا ہے عبث

کر دیا ثابت یہ اُن کی بے وفائی نے امر

اب کسی کو دہر میں اپنا بنانا ہے عبث

شانِ دیوالی ـــــ

گردشِ دوراں نے آفت کونسی ڈھالی نہیں
ہم پہ گردوں نے نگاہِ ظلم کب ڈالی نہیں؟
رنج و غم درد و الم سے، کوئی دِل خالی نہیں
روئے افرادِ وطن پر، رنگِ خوش حالی نہیں
کیا کہوں تجھ سے اے ہمدم! داستانِ دردِ دل
کون سا دِن ہے جب ہوتی اپنی پامالی نہیں؟
جو گذشتہ وقت میں تھی اس جگہ ہوتی کبھی
اب نظر آتی نہیں وہ شانِ دیوالی نہیں
جا رہے ہیں اہل ہمت منزلِ مقصود پر
آپ نے لیکن ابھی تک ہوش سنبھالی نہیں
ہو دو بالا کس طرح شانِ سخن پھر اے امر
جبکہ اب دُنیا میں ذوق و غالب و حالی نہیں

حبابِ زندگی

ڈوب جائیگا یہ اِک دن آفتابِ زندگی
اُٹھ تغافل چھوڑ اے مستِ شرابِ زندگی
حرفِ عصیاں سے سیاہ ہیں سب کے سب غفلت شعار!
دیکھ اُلٹا کر تُو اوراقِ کتابِ زندگی
ایک جھونکا سے ہوائے مرگ کے ہو گا فنا
پیکرِ خودی و تکبر! یہ حبابِ زندگی
موت ہے سمجھے ہوئے جس کو تُو اے ناداں امر

کُشتۂ تیرِ نظر

اے مریضِ عشق! تجھ کو لب ہلانا بند ہے
دِل کی بربادی پہ اشکِ خوں بہانا بند ہے
کُشتۂ تیرِ نظر! تُو حُسن کا شکوہ نہ کر
سُن! زبانِ عشق پر یہ لفظ آنا بند ہے
رنج و غم، نالہ و شیون، ہے عبث تیرا اَمر
داستانِ دردِ دِلِ ناداں! سُنانا بند ہے

حالتِ زار

ہر رات کر رہی ہے نازل مصائب ہم پہ،
ہر روز لے رہا ہے اِک اِمتحاں ہمارا
کہہ دے اے چرخ! تیرے دِل میں ہے کیا سمائی
دم لے گا کیا مِٹا کر نام نشاں ہمارا؟
عالم میں اِس دم ہم کو دیتا نہیں دکھائی
محسن کوئی ہمارا کوئی مہرباں ہمارا
اے برق! رہنے دے اب کچھ رحم کر تو ہم پہ
آ مر جلا رہی ہے کیوں آشیاں ہمارا؟

لذتِ عشق

چاہتے ہو، گر لٹے کچھ عشق و اُلفت کا مزا،
خُود کو راہِ عشق میں پہلے فنا ہونے تو دو
بایقیں اپنی جفاؤں پہ پشیماں ہو گا وہ
باخبر مرنے سے میرے دِل رُبا ہونے تو دو
ہے تمنا گر اُٹھایا جائے کچھ لُطفِ وصال
دردِ فُرقت سے ذرا دِل آشنا ہونے تو دو

پنکھڑیاں

جس گھڑی، آباد کرتا ہوں چمن میں آشیاں،
چیخ اُٹھتے ہیں عنادل، وہ خزاں آتی ہے دیکھ!
اے دلِ مغموم ہرگز بھی نہ ہو تو نوحہ گر
گردشِ چرخِ ستمگر جو بھی دِکھلاتی ہے دیکھ!

کیا کہیں، اُس بے وفا و سنگدل، ظالم کو ہم
رنج و غم جس نے دیئے بیداد پر بیداد کی
آشیاں سمجھے قفس کو ہم اسیری میں اگر
رنگ لائیں دیکھیے کیا کوششیں صیاد کی

دِل سے یادِ چمن جائے اِس تری بیداد سے
یہ نہ ہوگا، صید بولا قفس میں صیاد سے
راکھ ہو جائے گا جل کر، ہے یقیں عرش بریں
آہِ سوزاں جس گھڑی نکلی دِلِ ناشاد سے

مٹ گیا خوف وخطر دِل سے حوادث کا امر
گوشۂ تربت ہمارا جب کاشانہ ہوگیا

امر اچھا تھا خدا جنت میں اُس کو دے جگہ،
آپ سُن پائیں گے لوگوں کی زبانی ایک دن

آمر وہ دِن کہ اپنی خوش نصیبی کا یہ عالم تھا،
لگا کر ناک کو انگشتِ پا، اکسیر کر دینا

اپنی حالتِ زار پہ ہم اُن کی محفل میں آمر
غیر کو کرتے تبسم ریزیاں دیکھا کئے

دِل اُن پہ جب سے فدا ہو گیا ہے
نہ جانے آمر تب سے کیا ہو گیا ہے

بچے کیوں کر یہ گرداب بلا سے کشتیٔ ہستی

آمر ہے ناخدا کوئی نہ اِس دریا کا ساحل ہے

دل سے دردِ دل جُدا کرتا ہے کیوں ناداں طبیب!

یہ تو مونس ہے آمر غمخوار ہے، ہمراز ہے

آرزو یہ بُلبُلِ بیکس کی اے صیاد اُس

پیشتر از ذبح، کرنے دے مجھے دیدارِ گُل

سامنے گُل کے قتل کر اور فنا چمن میں

جناب آمر امرتسری کے دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والے،

وجد آور، دِل کش اور تازہ گیتوں کا

شاندار مجموعہ جس کا ایک ایک گیت

اپنے اندر جذبات کا طوفان لئے ہوئے ہے۔

پریم اور پریت کی منہ بولتی تصویر

حُسن و عشق کا رنگین افسانہ

مدھ بھرے نینوں کے پاگل کر دینے والے مست اشارے

اور اِن کے علاوہ کسی کے حسین تصوّر

میں گُم ہوئے ہوئے شاعرِ باکمال کے تڑپا دینے والے نغمے

ہم اہلِ دل حضرات سے اس کتاب کے مطالعہ کی پُر زور

سفارش کرتے ہیں۔

لکھائی چھپائی نہایت دیدہ زیب قیمت صرف بارہ آنے